عہدِ نبوی کے
غزوات و سرایا اور ان کے ماٰخذ پر ایک نظر

(۴)

سعید احمد اکبرآبادی

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو برہان ماہ اگست ۷۴ء

یہود مدینہ

اب رہے یہود! ان کے متعلق یہ بات تو یقینی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ پہونچے ہیں تو اس وقت، خاص مدینہ اور اس کے قرب وجوار میں یہود کے چھوٹے بڑے متعدد قبیلے آباد تھے، لیکن یہ لوگ کون تھے؟ وہیں کے اصل باشندے تھے یا کہیں سے ہجرت کر کے آئے تھے؟ مسلمان محققین اور مستشرقین دونوں نے اس موضوع پر دادِ تحقیق دی ہے لیکن جو کچھ ہے قیاسات اور اندازے ہیں قطعی بات کوئی نہیں کہہ سکا ہے لیکن ہمارے موضوع سے اس تحقیق کا کوئی تعلق نہیں، اس لئے ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ یہ بات مسلم ہے کہ یہ یہود دو قسم کے تھے، ایک وہ جو پہلے فلسطین اور شام میں آباد تھے لیکن جب وہاں رومن شہنشاہیت عیسائی مذہب کے زیر اثر آ گئی اور یہود نے اس کے خلاف سازشیں کیں اور بغاوت کرنی چاہی تو ان کو وہاں سے جلاوطن کر دیا گیا اور اب انہوں نے یثرب، تیما اور خیبر میں پناہ لی اور یہاں اپنی آبادیاں قائم کر لیں دوسری قسم ان یہود کی تھی جو عرب نسل سے تعلق رکھتے تھے اور یہیں کے اصل باشندے تھے۔ لیکن انہوں نے یہود مذہب اختیار کر لیا تھا، یہودی کا بیان ہے کہ اس علاقہ میں جو یہود آباد تھے وہ مختلف قلعوں اور آبادیوں[1] میں بستے تھے۔ ان قبیلوں کی تعداد تیس کے لگ بھگ

لہ اس موقع پر عربی الفاظ "حصون و آکام" ہیں۔ حصون کے معنی تو قلعے ہیں "آکام" کا صحیح ترجمہ انگریزی میں [illegible] ہوگا۔ اردو میں اس کا ترجمہ "آبادی یا بستی" ہونا چاہیئے۔

تھی، ان میں مشہور قبیلوں کے نام یہ ہیں: بنو النضیر، بنو قریظہ، بنو قینقاع، بنو بہدل، بنو عکرمہ، بنو ثعلبہ، بنو محمر، بنو زعورا، بنو زید، بنو عوف اور بنو القصیص اور خالص عرب نسل کے جو قبیلے ان لوگوں کے ساتھ خلا ملا اور ربط و ضبط رکھتے تھے ان کے نام یہ ہیں: بنو الحرمان ریہ مین کا قبیلہ ہے، بنو مرثد، یہ بلی کی شاخ ہے، بنو نیف، یہ بھی قبیلۂ بلی کی شاخ ہے، بنو معاویہ، بنو الحارث، بنو الشنطیہ، یہ قبیلۂ غسان کی شاخ ہے[1]

آہنگری، زرگری اور تجارت یہود کے خاص پیشے اور مشغلے تھے، آہنگری کے سلسلہ میں یہ لوگ آلاتِ زراعت، اسلحہ یعنی زرہیں اور تلواریں بناتے تھے۔ زرگری کی نسبت سے سونے چاندی کے زیورات بناتے اور تجارت کے سلسلہ میں غلّہ اور اناج کی تجارت کرتے اور اپنے قافلے شام اور حجاز بھیجتے رہتے تھے، عرب قبائل کا ذریعہ معاش جو کچھ تھا کھیتی باڑی کا کام تھا، وہ یہود کے ذرائع معاش سے نفور اور دور تھے۔ اسی کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ یہود بیحد مالدار تھے اور عرب قبائل غریب تھے، سودی لین دین کرنا یہود کی فطرت ہے چنانچہ یہ لوگ سود پر اپنا روپیہ عرب قبائل کو دیتے تھے اور جیسا کہ قاعدہ ہے اس بنا پر عرب قبائل ہمیشہ ان کے مقروض اور دست نگر رہتے تھے، قرآن مجید میں یہود کی اس صفت کا تذکرہ بصورت وعید آیا ہے۔

علاوہ ازیں یہ لوگ اہل کتاب تھے، دین کے مبادی اور اصول موضوعہ سے واقف تھے اور توراۃ پڑھتے پڑھاتے تھے، اس مقصد کے لئے ان کے اپنے مدارس تھے جن کو عہد جاہلیت میں "المدارس" "بیت المدارس" اور "المدرش"[2] کہا جاتا تھا، ان میں توراۃ، تلمود، مشنا، زبان، ادب، اخبار و قصص وغیرہ کی باقاعدہ تعلیم ہوتی تھی اور جس کو مسلمان اپنی اصطلاح میں عالم کہتے ہیں۔ یہود اس کو "درشن" کہتے تھے، قرآن مجید میں علماء یہود کے لئے دو لفظ آئے ہیں، ایک احبار اور دوسرا ربانیون، علمائے لغت کے مطابق ان دونوں

---

[1] خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ص ۸۰ ـ [2] عبرانی لفظ ہے درش سے مشتق عربی کے درس کے ہم معنی

لفظوں کی اصل بھی عبرانی ہے۔ پہلا لفظ حُبر تھا اور اس کی جمع جریم آتی تھی اور دوسرا لفظ "ربن" (RIBBON) کی عربی شکل ہے۔[1]

بہرحال یہ لوگ لکھے پڑھے اور ارباب علم وفضل تھے اور ان کی اس حیثیت کو قرآن مجید نے بھی تسلیم کیا ہے لیکن ان کی اصل فطرت یہاں بھی بروئے کار آئی یعنی یہ اپنے پر اس درجہ گھمنڈ کرنے لگے کہ اپنے سوا کسی کو نظر میں نہیں لاتے اور دوسروں کی تحقیر و تذلیل کرتے تھے چناں چہ عرب قبائل کو از راہِ استخفاف و استحقار "امیون" کہتے تھے جن کے معنی ان کے نزدیک "ان پڑھ" اور "بے کتاب" تھے، اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اثبات و اظہار کے لئے فرمایا:

هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلو علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتب والحکمة، وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔	یہ وہی خدا ہے جس نے امیوں میں (جو کچھ نہیں جانتے تھے اور اس بنا پر یہود ان کا مذاق اڑاتے اور ان کی تحقیر کرتے تھے) انہیں میں سے ایک ایسا رسول پیدا کر دیا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا، ان کا تزکیہ نفس کرتا اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ یہ لوگ پہلے سے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

ان "امیون" کی ان لوگوں کی نگاہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں تھی، اور نہ ان کے ساتھ کسی قسم کا معاملہ کرنے میں کسی اخلاقی ضابطہ اور قاعدہ و قانون کی پابندی ضروری تھی، وہ اسے اپنا حق سمجھتے تھے کہ جو چاہیں کریں، آیت ذیل میں اللہ تعالیٰ نے امیوں کے ساتھ یہودیوں کی اسی بد معاملگی کو ہی بیان فرمایا ہے:

ومنهم من ان تامنه بدینار | اہل یہود میں بعض لوگ ایسے ہیں کہ اگر تم ان

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے تاریخ العرب قبل الاسلام جواد علی ج ۶ ص ۹۴ تا ۱۱۵۔

لا يؤده اليك الا مادمت عليه قائما ذالك بانهم قالوا ليس علينا في الاميين سبيل ويقولون على الله الكذب وهو يعلمون ○

(آل عمران)

کے پاس ایک اشرفی بطور امانت رکھو تو وہ تم کو تمہاری امانت اس وقت تک واپس نہیں دیں گے جبتک تم ہر وقت ان کے سر پر سوار نہ ہو۔ ان کا یہ رویہ اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں امیوں کا ہم پر کوئی حق نہیں ہے اور ہمیں کھلی چھوٹ ہے کہ ان کے ساتھ جو معاملہ چاہیں کریں ا یہ لوگ جان بوجھ کر اللہ پر طوفان جوڑتے ہیں۔

جیسا کہ گذر چکا ہے یہ کہنا تو مشکل ہے کہ فلسطین اور شام سے اجڑ کر یہ لوگ یثرب میں کب آکر آباد ہونا شروع ہوئے البتہ یہ یقینی ہے کہ جب اوس اور خزرج جنوب کی طرف سے ہجرت کر کے یہاں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ اس پر یہود کا غلبہ ہے، ان کے دوش بدوش بعض عرب قبائل رہتے تھے لیکن یہ ان سے کمزور تھے۔ چنانچہ تیرہ بستیاں (آطام) عربوں کی تھیں تو انسٹھ (۵۹) آبادیاں یہود کی تھیں۔ عرب قبائل ان کے جوار (حفاظت) میں رہتے تھے یا ان کے حلیف تھے۔

عربوں کے ساتھ ان لوگوں کا تحقیر و تذلیل کا معاملہ یہاں تک تھا کہ یہودیوں کے قبیلۂ بنو ثعلبہ کے فطیان نامی ایک سردار نے قبیلۂ خزرج کی شاخ بنو عوف پر یہ پابندی لگائی تھی کہ جب ان کی کسی لڑکی سے شادی ہوگی تو دلہن پہلی شب ان کے ساتھ بسر کریگی۔ اس رسم بد کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ جب مالک بن عجلان کی بہن کا نکاح ہوا اور اس نے اس رسم کے خلاف سخت احتجاج کیا اور مردوں کو ان کی بے غیرتی اور بے حمیتی پر سخت عار اور شرم دلائی تو مالک بن عجلان نے فطیان کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور اپنے قبیلے کو اس مصیبت عظمیٰ سے نجات دلائی۔

اوس اور خزرج چوں کہ یہودیوں کی غیر مزروعہ زمینوں پہ آباد ہوئے تھے، اس بنا پر اول اول ان کی حیثیت یہودیوں کے باج گزار اور ان کے ماتحت کی تھی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ان کی طاقت وقوت میں اضافہ ہوتا رہا چنانچہ ہجرت نبوی کے وقت یثرب کی زمام اقتدار اوس[1] اور خزرج کے ہاتھوں میں آچکی تھی اور اب وہ یہود کی رعایا نہیں بلکہ ان کے حریف اور مد مقابل تھے۔

تاہم یثرب کی سوسائٹی میں یہود ایک مستقل حیثیت کے مالک تھے، یہ صاحب رسوخ و اثر تھے اور تجارت اور اہل کتاب ہونے کے رشتہ سے حجاز اور شام و فلسطین کے لوگوں سے بھی ان کے تعلقات اور مراسم تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہونچنے سے قبل اپنے بعض نمائندے یہود مدینہ کے پاس بھی بھیجے تھے اور ان کو دعوت اسلام دی تھی[2]۔ اس دعوت کا اثر اکّے دُکّے چند اشخاص پر ضرور ہوا لیکن مجموعی طور پر انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اسلام کی مخالفت اور دشمنی میں ان کا رویہ روز بروز سخت اور نہایت معاندانہ ہوتا رہا۔ پھر تاریخ نے غداری اور خیانت کے جس سانچہ میں ان کی فطرت کو ڈھالا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بے خبر نہیں ہوسکتے تھے، اس بنا پر تدبیر، سیاست اور دور اندیشی، ان میں سے ہر ایک کا تقاضا تھا کہ قریش مکہ کی طرف متوجہ ہونے سے قبل یہود کے ساتھ کوئی معاملہ کرلیا جائے۔

دوسرے قبائل پھر صرف ایک یہود کا معاملہ ہی تو نہ تھا، مکہ سے لے کر ایران اور شام کی سرحد تک پچاسوں قبیلے آباد تھے، ان میں وہ بھی تھے جن کے قریش مکہ

---

[1] MUHAMMAD IN MEDINA: WATT. MONTGOMERY, P 192/193

[2] علاوہ ازیں خود قرآن اہل کتاب کے تذکرہ اور ان کے پیغمبروں اور کتابوں کی تعریف سے جو پُر ہے اس سے قرآن کا ہر طالب علم باخبر ہے ہی۔

سے براہ راست تعلقات تھے، بعض قبیلے ایرانی اور رومی حکومتوں کے زیر اثر یا ان کے باجگذار تھے، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے

ان قبائل کے نام یہ ہیں :-

مکہ اور مدینہ کے مغرب میں آباد قبائل

(۱) خزاعہ (اسلم، کعب، عمرو اور المصطلق کے ساتھ)

(۲) کنانہ : بکر بن عبد مناۃ

(۳) ضمرہ : (غفار کے ساتھ) لیث، الدئیل، مدلج، الحارث بن مناۃ (الاحابیش کا ایک جزء)

(۴) مزینہ

(۵) جہینہ

(۶) عبد شمس (دوس کے ساتھ)

مکہ اور مدینہ کے مشرق میں آباد قبائل

(۱) خزیمہ (بن مدرکہ) اس کی ایک شاخ کنانہ ہے۔

(۲) اسد بن خزیمہ (عضل، القارہ) غزوۂ خندق کے موقعہ پر اس قبیلہ نے کفار قریش کی مدد کی تھی۔

(۳) طے (نبہان کے ساتھ)

(۴) ہذیل بن مدرکہ

(۵) لحیان

(۶) محارب بن خصفہ

(۷) غطفان

(۸) اشجع ـــــ غزوۂ خندق کے موقعہ پر کفار قریش کی مدد کی تھی۔

(۹) فزارہ " " " "

(۱۰) مرۃ ـــــــ غزوۂ خندق کے موقعہ پر کفار قریش کی مدد کی تھی

(۱۱) ثعلبہ۔

(۱۲) ہوازن : یہ قبیلہ بھی اسلام کا سخت دشمن تھا۔

(۱۳) عامر بن صعصاع : البکاع، ہلال، کلاب، ربیعہ،

(۱۴) جشم : نصر، سعد بن بکر، ثمالہ،

(۱۵) ثقیف (بن مالک یعنی احلاف) اور باہلہ

وہ قبائل جو مدینہ کے شمال میں آباد تھے

(۱) سعد ہذیم، عذرہ

(۲) جذام

(۳) قضاعہ (جرم، القین اور سلمان کے ساتھ)

(۴) بالی۔

(۵) بہرا۔

(۶) لخم (دارہ کے ساتھ)

(۷) غسان۔

(۸) کلب۔

جو قبائل مکہ کے جنوب میں آباد تھے

(۱) خثعم سان کے قریب ہی از دشنوءہ آباد تھے،

(۲) مذحج۔

(۳) النس، جعفی، خولان، التخاع، رہار، سعد العشیرۃ (زبید کے ساتھ) سودا

(۴) بجلۃ۔

(۵) ہمدان۔

(۶) الحارث بن کعب (نہد کے ساتھ)۔
(۷) مراد۔
(۸) کندہ (تجیب کے ساتھ)

وہ قبائل جو عرب کے دوسرے حصوں میں آباد تھے

(۱) مہرہ۔
(۲) ازد (عمان) عبدالقیس (بحرین میں)
(۳) حنیفہ۔
(۴) تمیم۔
(۵) وائل۔
(۶) بکر (شیبان کیساتھ)، تغلب[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منصوبۂ امن و جنگ

اب غور کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں بیچارگی و بے بسی اور اور مظلومیت کے تیرہ برس گذارنے کے بعد ابھی مدینہ آئے ہیں اور آپ کے متبعین کی تعداد چند سو سے بھی متجاوز نہیں ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود سیاسی اعتبار سے کتنے اور کیسے اہم اور صبر آزما مراحل ہیں جن سے آپ کو عہدہ برآ ہونا ہے، پھر جس عظیم کامیابی اور فتحمندی کے ساتھ آپ ان تمام منزلوں سے گذر گئے ہیں وہ بے شبہ اعلیٰ قسم کے تدبر اور سیاسی حزم و دور اندیشی کا نہایت حیرت انگیز شاہکار ہے

اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین محاذ تھے۔

(۱) سب سے بڑا محاذ تو قریش مکہ ہی کا تھا۔ ان کے ساتھ جنگ کے نہ صرف جواز بلکہ

---

[1] ان قبائل کے شجرہائے نسب اور ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے (۱) تاریخ العرب قبل الاسلام ڈاکٹر جواد علی جلد ۵ ص۱۶۵ اور (۲) MOHAMMAD IN MEDINA WATT. MONTGOMERY باب ۲

وجوب کے لئے وہ معاملہ ہی کافی تھا جو انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے ساتھ کیا تھا۔ اس پر مزید یہ ہوا کہ ہجرت نے ان کی آتش غیض وغضب پر جلتی پر تیل کا کام کیا تھا، اور اس کی وجہ صاف ظاہر ہے، جیسا کہ بیعت عقبۂ ثالثہ اور اس کے نتیجہ میں پوشیدہ طور پر مسلمانوں کے مدینہ پہونچ جانے کا علم ہونے پر قریش کے بعض سرداروں نے کہا بھی تھا۔ انہیں اس کا یقین تھا کہ اگر مسلمانوں کے قدم مدینہ میں جم گئے تو وہ ان لوگوں کی تجارتی لائن کو کاٹ دیں گے اور شام کی آمد ورفت روک دیں گے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ اندیشہ بے اصل تھا بھی نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تو ہجرت کی بھی اسی منصوبہ اور پلان کو ذہن میں رکھتے ہوئے۔ اور آپ کے علاوہ مسلمان بھی عام طور پر اس سے خالی الذہن نہیں تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ہجرت کے بعد ہی سعد بن معاذ جو انصار میں ایک بڑی حیثیت کے شخص تھے، عمرہ کے ارادہ سے مکہ گئے اور دیرینہ تعلق کے باعث امیہ بن خلف کے مہمان ہوئے۔ انہوں نے امیہ سے اپنے ارادے کا ذکر کیا تو ایک روز دوپہر کے وقت امیہ ان کو لیکر نکلا۔ اتفاق سے راستے میں ابوجہل مل گیا۔ ابوجہل کو جب معلوم ہوا کہ یہ سعد بن معاذ ہیں تو اس نے بگڑ کر ان سے کہا۔ "تم لوگوں (انصار مدینہ) نے سرپھروں (صابیوں) یعنی مسلمانوں کو مدینہ میں پناہ دی ہے اور یہاں تم اطمینان سے طواف کر رہے ہو۔ یہ میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ خدا کی قسم! اگر تم امیہ کی پناہ میں نہ ہوتے تو مدینہ واپس نہیں جا سکتے تھے۔" حضرت سعد بن معاذ نے گرج کر جواب دیا۔ خدا کی قسم! اگر تم لوگوں نے ہمارا کعبہ کا آنا جانا روکا تو ہم تم لوگوں کی شام کی آمدورفت (تجارت کے لئے) روک دیں گے اور یہ تمہارے لئے سب سے بڑا حادثہ ہوگا۔[1]

---

[1] باب ذکر النبی من یقتل ببدر

بہرحال ایک یہ اندیشہ جوان کے لئے درحقیقت زندگی اور موت کا سوال تھا اور دوسری طرف اسلام کا ایک عظیم الشان انقلابی تحریک کی حیثیت سے ترقی کرنا، یہ دو چیزیں تھیں جنہوں نے قریش کو اور زیادہ سراسیمہ اور چراغ پا کر دیا اور اب انہوں نے جو ایک طرف مدینہ کے سربرآوردہ لوگوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر اُکسایا اور دوسری جانب جو قبائل ان کے زیر اثر تھے ان کو اسلام سے باز رکھنے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضری سے روکنے کی کوشش کی۔ چنانچہ ہجرت کے فوراً بعد ہی قریش نے عبداللہ بن ابی کو جو انصار میں اقتدار اعلیٰ رکھتا تھا ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:۔

انکم آویتم صاحبنا وانا نقسم	تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی
باللہ لتقاتلنہ او تخرجنہ	ہے ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اس سے
او لنسیرن الیکم باجمعنا	جنگ کرو یا اس کو وہاں سے نکال باہر کرو،
حتی نقتل مقاتلتکم ونستبیح	ورنہ ہم سب تم پر چڑھائی کر دیں گے یہاں تک
نساءکم[1]	کہ تمہارے جنگ آزماؤں کو قتل کر دیں
	اور تمہاری عورتوں کو اپنے لئے جائز بنائیں۔

قریش نے اسی مضمون کا ایک خط بنو قریظہ کو بھی لکھا تھا جس کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔ علاوہ ازیں قبیلے قبیلے ان کے کارندے گھومتے رہتے اور اسلام کے خلاف ان کو مشتعل کرتے رہتے تھے۔

ان وجوہ کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس وقت سب سے بڑا محاذ قریش مکہ کا تھا اور آپ کے لئے ان سے جنگ کرنا ناگزیر تھا۔ لیکن جنگ کب شروع ہو گی اور اس کا طریقہ کیا ہوگا؟ اس کا اعلان و اظہار کرنے سے پہلے

---

[1] سنن ابوداؤد۔ باب خبر النضیر۔

ضروری تھا کہ آپ دوسرے محاذوں کی طرف سے اطمینان حاصل کر لیں۔

دوسرا محاذ یہود کا اور تیسرا محاذ قبائل کا تھا۔ یہود کے چھوٹے بڑے اگرچہ بہت سے قبیلے تھے۔ لیکن ان میں بڑے اور اہم تین ہی قبیلے تھے۔ بنو النضیر، بنو قینقاع اور بنو قریظہ۔ اب رہے قبائل ان میں مندرجہ ذیل دو قسم کے قبیلے بہت اہم تھے

۱۔ ایک وہ جو سمندر کے کنارے کنارے مکہ اور مدینہ کے درمیانی مقامات میں آباد تھے، ظاہر ہے ان قبائل کو اپنے اعتماد میں لیے بغیر قریش سے جنگ کرنا چند در چند دشواریوں اور دقتوں کا باعث ہو سکتا تھا۔

۲۔ دوسرے وہ قبیلے جو مختلف بیرونی مملکتوں کے ساتھ حلیفانہ تعلق رکھنے کے باعث ان کے لیے بطور ایجنٹ کے تھے اور اس لیے حضور کے واسطے وہ کبھی قابلِ اعتماد نہیں ہو سکتے تھے۔ مثلاً قبیلۂ غسان بازنطینی حکومت کا، لخم، ساسانی حکومت کا اور حمیر، سلطنت حبشہ کا حلیف اور دوست تھا اور ان تینوں حکومتوں کے جو عزائم اور ارادے عرب کے متعلق تھے، تاریخ عرب کا ہر طالب علم اس سے باخبر ہے۔

اسلام کی دعوت ایک دعوتِ عام تھی اور ہر شخص اس کا مخاطب تھا۔ جن لوگوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا وہ خود بخود اسلامی سماج کا جزو ہو گئے۔ لیکن جن لوگوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا وہ دو قسموں میں منقسم تھے (الف) ایک وہ جو مسلمان نہ ہونے کے باوجود اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بغض و عناد کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے اور (ب) دوسرے وہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے اور عملاً اس کا مظاہرہ کرتے بھی رہتے تھے۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے جزیرۃ العرب کی سیاسی صورت حال کو پیشِ نظر رکھ کر جو طریق العمل، منصوبہ اور نقشہ ذہن میں بنایا اس کے خاص عناصر ترکیبی یہ تھے۔

(۱) قریش سے جنگ کا آغاز ان کی تجارتی لائن پر جو مکہ سے مدینہ ہوتی شام اور عراق کی طرف نکل جاتی ہے، قبضہ کرنے اور اس کو ان کے لیے غیر محفوظ بنا دینے سے کیا جائے۔

(۲) جو قبائل مکہ کے ارد گرد یا مکہ اور مدینہ کے درمیان آباد ہیں اور انھوں نے اسلام کے ساتھ دشمنی کا مظاہرہ بھی نہیں کیا ہے ان کے ساتھ معاہدہ کیا جائے۔

(۳) مدینہ میں جو یہود قبائل آباد ہیں ان میں اور مسلمانوں میں معاہدہ کرایا جائے۔

(۴) شام اور عراق کی سرحد پر رومی اور ایرانی سلطنتوں نے جن عرب قبائل کو اپنا باجگذار مطیع و فرماں بردار بنا رکھا ہے۔ اگر یہ سلطنتیں اسلام قبول نہ کریں تو ان عرب قبائل کو ان کے پنجۂ استبداد و ستم سے آزاد کرایا جائے۔

قبائل سے معاہدہ

اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا عملی اقدام یہ کیا کہ جو قبائل قریش کے ساتھ جنگ کے نقطۂ نظر سے جغرافیائی اعتبار سے نہایت اہم مقامات پر آباد تھے، آپ نے معاہدہ کے ذریعہ ان کو اپنا حلیف بنا لیا۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنی قابلِ قدر اور محققانہ عربی تالیف " مجموعۃ الوثائق السیاسیہ فی العہد النبوی والخلافۃ الراشدہ " کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :-

" اس کتاب کی جو فصل قبائل عرب کے لئے مخصوص ہے اس کے مطالعہ سے قاری کو معلوم ہوگا کہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ تھا کہ مکہ کے ارد گرد جو قبائل آباد تھے ان کو مسلمان بنا کر ورنہ عہد و پیماں کے ذریعہ اپنا حامی بنا کر انہیں قریش سے الگ کر دیں۔ چنانچہ نبوت کے بعد آپ نے جو پہلا سیاسی کارنامہ انجام دیا ہے وہ یہ ہے کہ ان قبائل سے معاہدہ کیا ہے جو مدینہ اور سمندر کے ساحل کے درمیان آباد تھے مثلاً جُہَینَہ ، ضَمرۃ اور غِفار، ان

---

[1] ڈاکٹر صاحب نے قبائل سے معاہدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کے بعد سب سے پہلا سیاسی اقدام کہا ہے، ہمارے نزدیک یہ کہنا مطلقاً صحیح نہیں ہے مثلاً ضمرۃ سے معاہدہ ہجرت کے دوسرے برس ماہ صفر میں ہوا ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے خلاف پروگرام کے مطابق اپنی کارروائی شروع کر دی ہے، درحقیقت واقعات اس طرح باہم گڈمڈ ہیں اور ہمارے مؤرخین سیرت و مغازی نے تاریخ لکھنے کا اہتمام نہیں کیا ہے کہ قطعیت کے ساتھ کسی تاریخ کا متعین کرنا امر دشوار ہے۔

قبائل کی آبادیاں اُس راستہ پر واقع تھیں جس پر سے قریش کو موسم گرما میں شام اور مصر کی طرف اپنا کاروانِ تجارت لے جانے میں گذرنا ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کا یہ راستہ بند کر دیا اور اس میں ان قبائل میں سے جو آپ کے حلیف تھے، انھوں نے آپکی مدد کی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزاعہ، اور اسلم وغیرہ اُن قبائل سے معاہدہ کیا جو کہ ارد گرد رہتے تھے "

علاوہ ازیں ڈاکٹر صاحب اپنی ایک اور کتاب "عہدِ نبوی کے میدان جنگ" میں لکھتے ہیں:-

"ہجرت کے ساتھ ہی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آس پاس کے قبائل سے معاہدے حلیفی اور معاونت کے معاہدے کرنے شروع کر دیئے تھے، چنانچہ سنہ ۱ھ میں جہینہ کے بعض سرداروں سے معاہدہ ہوا تھا۔ سنہ ۲ھ میں ینبوع (مکہ اور مدینہ کے درمیان مشہور بندرگاہ) کے آس پاس بسنے والے بنو ضمرۃ، بنو مدلج۔ بنو زرعہ اور بنو ربعہ سے دوستی اور اعانت یا غیر جانبداری کے معاہدے ہو گئے تھے۔ خوش قسمتی سے تاریخ نے ان معاہدوں کے متن کو محفوظ رکھا ہے اور ان معاہدوں کے ساتھ ہی قریش پر راستہ بند کیا جا سکا کیوں کہ یہ سب قبائل مدینے اور بحر قلزم کے مابین بستے تھے اور انہیں کی سرزمین سے قریشی کارروانوں کو گذرنا پڑتا تھا۔ (ص ۳۶،۳۵)

مستشرقین کا غلط تاثر بظاہر یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ آنحضرت صلعم ابھی ابھی اپنے "بے خانماں" ساتھیوں کے مدینہ آئے ہیں اور ابھی آپ نے طاقت و قوت کا کوئی مظاہرہ بھی نہیں کیا ہے اور اس کے باوجود چند در چند قبائل ہیں جو قریش جیسی طاقت کے خلاف آپ سے معاہدے کر رہے ہیں، چنانچہ اس موقع پر بعض مستشرقین نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ آنحضرتؐ قریش کے خلاف جو مہم شروع کرنیوالے تھے اس میں شریک کرنے کی غرض سے آپ یہ معاہدے کر رہے تھے اور قبائل کو یہ لالچ تھا کہ وہ ان مہموں میں شریک ہوں گے تو انہیں لوٹ مار کرنے کا بڑا موقعہ ملے گا[1]

[1] MUHAMMAD IN MEDINA-P.9

لیکن ہم نے اوپر جو کچھ لکھا ہے اس سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے علاوہ ازیں معاہدوں کی اصل عبارتیں محفوظ ہیں، ان کے دیکھنے سے دو باتوں کا اندازہ ہوتا ہے (۱) ایک یہ کہ سب نہیں تو بعض قبیلے اس وقت مسلمان ہو گئے تھے اور (۲) دوسرا یہ کہ معاہدہ میں جس بات کا خاص طور پر تذکرہ ہے وہ جنگ کے وقت باہمی مدد ہے چنانچہ جہینہ کی شاخ بنو زرعہ اور بنو ربعہ سے آپ نے جو معاہدہ کیا اس کے الفاظ یہ ہیں :۔

انھم آمنون علی انفسھم	یہ لوگ اپنی جان اور اپنے مال میں محفوظ رہیں گے
واموالھم وان لھم النصر علی	اور اگر کوئی ان پر ظلم کرے گا یا ان سے جنگ کرے گا
من ظلمھم او حاربھم الا	تو اس کے برخلاف ان کی مدد کی جائے گی البتہ ہاں
فی الدین والاھل، ولاھل	دین یا متعلقین کے لئے جو جنگ ہو گی وہ اس
بادیتھم من بر منھم واتقی	سے مستثنیٰ ہے، اور ان کے دیہات والوں کے
ما للحاضرتھم۔	(بشرطیکہ وہ نیک ہوں) وہی حقوق ہوں گے جو ان کے
(الوثائق السیاسیہ ص ۱۴۸)	شہر والوں کے ہیں۔

بنو ضمرہ کے ساتھ معاہدہ کے الفاظ یہ تھے :۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم! یہ دستاویز ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے بنو ضمرہ کے لئے اس بات کی کہ یہ لوگ اپنی جان اور مال میں محفوظ رہیں گے اور جو شخص ان پر حملہ کرے گا ہم ان کی مدد کریں گے مگر ہاں! جب ان سے اللہ کے دین کے بارے میں جنگ کی جائے اور ہاں جب نبی ان کو اپنی مدد کے لئے بلائے گا تو یہ اس کو قبول کریں گے"۔

(ص ۱۴۳)

بنو ضمرہ کے سردار مجدی بن عمرو سے جو معاہدہ ہوا تھا اس کا مضمون یہ تھا :۔

"محمد رسول اللہ بنو ضمرہ سے جنگ نہیں کریں گے اور نہ بنو ضمرہ آپ سے جنگ کریں گے اور نہ وہ محمد رسول اللہ کے خلاف کسی جماعت یا گروہ کی مدد کریں گے" (ص ۱۴۴)